وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔[1] (۳۲)

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳

اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا[2] اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہیے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بیشک وہ مدد کیا گیا ہے۔[3] (۳۳)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــــُٔوْلًا ۝۳۴

اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو' یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے[4] اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول و قرار کی باز

---

(۱) اسلام میں زنا چونکہ بہت بڑا جرم ہے' اتنا بڑا کہ کوئی شادی شدہ مرد یا عورت اس کا ارتکاب کرلے تو اسے اسلامی معاشرے میں زندہ رہنے کا ہی حق نہیں ہے۔ پھر اسے تلوار کے ایک وار سے مار دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ حکم ہے کہ پتھر مار مار کر اس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے تاکہ وہ معاشرے میں نشان عبرت بن جائے۔ اس لیے یہاں فرمایا کہ زنا کے قریب مت جاؤ' یعنی اس کے دواعی اور اسباب سے بھی بچ کر رہو' مثلاً غیر محرم عورت کو دیکھنا' ان سے اختلاط و کلام کی راہیں پیدا کرنا' اسی طرح عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر گھروں سے باہر نکلنا' وغیرہ ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے تاکہ اس بے حیائی سے بچا جا سکے۔

(۲) حق کے ساتھ قتل کرنے کا مطلب قصاص میں قتل کرنا ہے' جس کو انسانی معاشرے کی زندگی اور امن و سکون کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح شادی شدہ زانی اور مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

(۳) یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ حق یا غلبہ یا طاقت دی گئی ہے کہ وہ قاتل کو حاکم وقت کے شرعی فیصلہ کے بعد قصاص میں قتل کر دیں یا اس سے دیت لے لیں یا معاف کر دیں۔ اور اگر قصاص ہی لینا ہے تو اس میں زیادتی نہ کریں کہ ایک کے بدلے میں دو یا تین چار کو مار دیں' یا اس کا مثلہ کر کے یا عذاب دے دے کر ماریں' مقتول کا وارث' منصور ہے یعنی امرا و حکام کو اس کی مدد کرنے کی تاکید کی گئی ہے' اس لیے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ یہ کہ زیادتی کا ارتکاب کر کے اللہ کی ناشکری کرے۔

(۴) کسی کی جان کو ناجائز طریقے سے ضائع کرنے کی ممانعت کے بعد' اتلاف مال (مال کے ضائع کرنے) سے روکا جا رہا ہے اور اس میں یتیم کا مال سب سے زیادہ اہم ہے' اس لیے فرمایا کہ یتیم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کو ایسے طریقے سے استعمال کرو' جس میں اس کا فائدہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ سوچے سمجھے بغیر ایسے کاروبار میں لگا دو کہ وہ ضائع یا خسارے سے دوچار ہو جائے۔ یا عمر شعور سے پہلے تم اسے اڑا ڈالو۔

پرس ہونے والی ہے۔[1] (۳۴)

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵

اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے[2] اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔ (۳۵)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا ۝۳۶

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت[3] پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔[4] (۳۶)

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔[5] (۳۷)

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸

ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک (سخت) ناپسند ہے۔[6] (۳۸)

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ

یہ بھی منجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو

---

(۱) عہد سے وہ میثاق بھی مراد ہے جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہے اور وہ بھی جو انسان آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ دونوں قسم کے عہدوں کا پورا کرنا ضروری ہے اور نقض عہد کی صورت میں بازپرس ہو گی۔

(۲) اجر و ثواب کے لحاظ سے بہتر ہے، علاوہ ازیں لوگوں کے اندر اعتماد پیدا کرنے میں بھی ناپ تول میں دیانت داری مفید ہے۔

(۳) قَفَا يَقْفُوْ کے معنی ہیں پیچھے لگنا۔ یعنی جس چیز کا علم نہیں، اس کے پیچھے مت لگو، یعنی بد گمانی مت کرو، کسی کی ٹوہ میں مت رہو، اسی طرح جس چیز کا علم نہیں، اس پر عمل مت کرو۔

(۴) یعنی جس چیز کے پیچھے تم پڑو گے اس کے متعلق کان سے سوال ہو گا کہ کیا اس نے سنا تھا، آنکھ سے سوال ہو گا کہ کیا اس نے دیکھا تھا اور دل سے سوال ہو گا کیا اس نے جانا تھا؟ کیوں کہ یہی تینوں علم کا ذریعہ ہیں۔ یعنی ان اعضا کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن قوت گویائی عطا فرمائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔

(۵) اترا کر اور اکڑ کر چلنا، اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ قارون کو اسی بنا پر اس کے گھر اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (القصص-۸۱) حدیث میں آتا ہے "ایک شخص دو چادریں پہنے اکڑ کر چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا"۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم التبختر فی المشی مع إعجابه بثيابه) اللہ تعالیٰ کو تواضع اور عاجزی پسند ہے۔

(۶) یعنی جو باتیں مذکور ہوئیں، ان میں جو بری ہیں، جن سے منع کیا گیا ہے، وہ ناپسندیدہ ہیں۔

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندۂ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔(۳۹)

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

کیا بیٹوں کے لیے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لیے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں؟ بیشک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو۔(۴۰)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طرح بیان[1] فرما دیا کہ لوگ سمجھ جائیں لیکن اس سے انہیں تو نفرت ہی بڑھتی ہے۔(۴۱)

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

کہہ دیجئے! کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے۔[2] (۴۲)

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر، بہت دور اور بہت بلند ہے۔[3] (۴۳)

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ

ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے

---

(۱) ہر ہر طرح کا مطلب ہے، وعظ و نصیحت، دلائل و بینات ترغیب و ترہیب اور امثال و واقعات، ہر طریقے سے بار بار سمجھایا گیا ہے تاکہ وہ سمجھ جائیں، لیکن وہ کفر و شرک کی تاریکیوں میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ وہ حق کے قریب ہونے کی بجائے، اس سے اور زیادہ دور ہو گئے ہیں۔ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن جادو، کہانت اور شاعری ہے، پھر وہ اس قرآن سے کس طرح راہ یاب ہوں؟ کیونکہ قرآن کی مثال بارش کی ہے کہ اچھی زمین پر پڑے تو وہ بارش سے شاداب ہو جاتی ہے اور اگر وہ گندی ہے تو بارش سے بدبو میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۲) اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر لشکر کشی کر کے غلبہ و قوت حاصل کرلیتا ہے، اسی طرح یہ دوسرے معبود بھی اللہ پر غلبے کی کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اور اب تک ایسا نہیں ہوا، جب کہ ان معبودوں کو پوجتے ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہی نہیں، کوئی بااختیار ہستی ہی نہیں، کوئی نافع و ضار ہی نہیں۔ دوسرے معنی ہیں کہ وہ اب تک اللہ کا قرب حاصل کر چکے ہوتے اور یہ مشرکین جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، انہیں بھی وہ اللہ کے قریب کر چکے ہوتے۔

(۳) یعنی واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی بابت جو کہتے ہیں کہ اسکے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک اور بہت بلند ہے۔

اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔[1] وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔(۴۴)

تو جب قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔[2] (۴۵)

اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ اور جب تو صرف اللہ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ، اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ روگردانی کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ

---

(۱) یعنی سب اسی کے مطیع اور اپنے اپنے انداز میں اس کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں۔ گو ہم ان کی تسبیح و تحمید کو نہ سمجھ سکیں۔ اس کی تائید بعض اور آیات قرآنی سے بھی ہوتی ہے مثلاً حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔ ﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴾ (سورۃ ص-۱۸) "ہم نے پہاڑوں کو داود علیہ السلام کے تابع کر دیا، بس وہ شام کو اور صبح کو اس کے ساتھ اللہ کی تسبیح (پاکی) بیان کرتے ہیں"۔ بعض پتھروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ﴾ (البقرۃ-۷۴) "اور بعض اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں"۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ انہوں نے کھانے سے تسبیح کی آواز سنی، (صحیح بخاری۔ کتاب المناقب نمبر ۳۵۷۹) ایک اور حدیث سے ثابت ہے کہ چیونٹیاں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ (بخاری، نمبر ۳۰۱۹۔ مسلم، نمبر ۱۷۵۹) اسی طرح جس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب لکڑی کا منبر بن گیا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا تو بچے کی طرح اس سے رونے کی آواز آتی تھی۔ (بخاری۔ نمبر ۳۵۸۳) مکے میں ایک پتھر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتا تھا۔ (صحیح مسلم، نمبر ۱۷۸۲) ان آیات و صحیح احادیث سے واضح ہے کہ جمادات و نباتات کے اندر بھی ایک مخصوص قسم کا شعور موجود ہے، جسے گو ہم نہ سمجھ سکیں، مگر وہ اس شعور کی بنا پر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد تسبیح دلالت ہے یعنی یہ چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام کائنات کا خالق اور ہر چیز پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ * تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ وَاحِدٌ

"ہر چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے" لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ تسبیح اپنے حقیقی معنی میں ہے۔

(۲) مَسْتُوْرٌ، بمعنی سَاتِرٌ (مانع اور حائل) ہے یا مستور عن الأبصار (آنکھوں سے اوجھل) پس وہ اسے دیکھتے نہیں۔ اس کے باوجود، ان کے اور ہدایت کے درمیان حجاب ہے۔

کھڑے ہوتے ہیں۔[1] (۴۶)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۴۷

جس غرض سے وہ لوگ اسے سنتے ہیں ان (کی نیتوں) سے ہم خوب آگاہ ہیں' جب یہ آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جن پر جادو[2] کر دیا گیا ہے۔(۴۷)

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۴۸

دیکھیں تو سہی' آپ کے لیے کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں' پس وہ بہک رہے ہیں۔ اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔[3] (۴۸)

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝۴۹

انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (مٹی ہو کر) ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرنو پیدا کر کے پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے۔(۴۹)

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝۵۰

جواب دیجئے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا۔[4] (۵۰)

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ

یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو'[5] پھر وہ یہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ آپ جواب دے دیں کہ وہی

---

(۱) أَكِنَّةً، كِنَانٌ کی جمع ہے' ایسا پردہ جو دلوں پر پڑ جائے۔ وَقْرٌ کانوں میں ایسا ثقل یا ڈاٹ جو قرآن کے سننے میں مانع ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل قرآن کے سمجھنے سے قاصر اور کان قرآن سن کر ہدایت قبول کرنے سے عاجز ہیں۔ اور اللہ کی توحید سے تو انہیں اتنی نفرت ہے کہ اسے سن کر تو بھاگ ہی کھڑے ہوتے ہیں' ان افعال کی نسبت اللہ کی طرف' بہ اعتبار خلق کے ہے۔ ورنہ ہدایت سے یہ محرومی ان کے جمود و عناد ہی کا نتیجہ تھا۔

(۲) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سحر زدہ سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہوئے قرآن سنتے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں' اس لیے ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں۔

(۳) کبھی ساحر، کبھی مسحور، کبھی مجنون اور کبھی کاہن کہتے ہیں' پس اس طرح گمراہ ہو رہے ہیں' ہدایت کا راستہ انہیں کس طرح ملے؟

(۴) جو مٹی اور ہڈیوں سے زیادہ سخت ہے اور جس میں زندگی کے آثار پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے۔

(۵) یعنی اس سے بھی زیادہ سخت چیز' جو تمہارے علم میں ہو' وہ بن جاؤ اور پھر پوچھو کہ کون زندہ کرے گا؟

رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝51

اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا' اس پر وہ اپنے سر ہلاہلا[1] کر آپ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو آپ جواب دے دیں کہ کیا عجب کہ وہ (ساعت) قریب ہی آن لگی ہو۔[2] (۵۱)

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝52

جس دن وہ تمہیں[3] بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔[4] (۵۲)

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝53

اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں[5] کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔[6] بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (۵۳)

---

(۱) أَنْغَضَ يُنْغِضُ کے معنی ہیں' سر ہلانا۔ یعنی استہزاء کے طور پر سر ہلا کر وہ کہیں گے کہ یہ دوبارہ زندگی کب ہو گی؟

(۲) قریب کا مطلب ہے 'ہونے والی چیز' كُلُّ مَا هُوَ آتٍ فَهُوَ قَرِيْبٌ "ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز' قریب ہے" اور عسی بھی قرآن میں یقین اور واجب الوقوع کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی قیامت کا وقوع یقینی اور ضروری ہے۔

(۳) "بلائے گا" کا مطلب ہے قبروں سے زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا' تم اس کی حمد کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے یا اسے پہچانتے ہوئے اس کے پاس حاضر ہو جاؤ گے۔

(۴) وہاں یہ دنیا کی زندگی بالکل تھوڑی معلوم ہو گی' ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ —— (النازعات-۴۶) "جب قیامت کو دیکھ لیں گے' تو دنیا کی زندگی انہیں ایسے لگے گی گویا اس میں ایک شام یا ایک صبح رہے ہیں"۔ اسی مضمون کو دیگر مقامات میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ طٰہٰ' ۱۰۲' ۱۰۴۔ الروم' ۵۵۔ المؤمنون۔ ۱۱۲' ۱۱۴۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلا نفخہ ہو گا' تو سب مردے قبروں میں زندہ ہو جائیں گے۔ پھر دوسرے نفخے پر میدان محشر میں حساب کتاب کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہو گا اور اس فاصلے میں انہیں کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا' وہ سو جائیں گے۔ دوسرے نفخے پر اٹھیں گے تو کہیں گے۔ "افسوس' ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا ہے؟" (سورۂ یٰسین-۵۲) (فتح القدیر) پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

(۵) یعنی آپس میں گفتگو کرتے وقت زبان کو احتیاط سے استعمال کریں' اچھے کلمات بولیں' اسی طرح کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے اگر مخاطبت کی ضرورت پیش آجائے تو ان سے بھی مشفقانہ اور نرم لہجے میں گفتگو کریں۔

(۶) زبان کی ذرا سی بے اعتدالی سے شیطان' جو تمہارا کھلا اور ازلی دشمن ہے' تمہارے درمیان آپس میں فساد ڈلوا سکتا ہے' یا کفار و مشرکین کے دلوں میں تمہارے لیے زیادہ بغض و عناد پیدا کر سکتا ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾

تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ جاننے والا ہے' وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کردے یا اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے۔[1] ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا۔[2] (۵۴)

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

آسمانوں و زمین میں جو بھی ہے آپ کا رب سب کو بخوبی جانتا ہے۔ ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے[3] اور داود کو زبور ہم نے عطا فرمائی ہے۔(۵۵)

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔(۵۶)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِـيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں'[4] (بات بھی یہی ہے) کہ

نے فرمایا۔ "تم میں سے کوئی شخص' اپنے بھائی (مسلمان) کی طرف' ہتھیار کے ساتھ اشارہ نہ کرے' اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ شیطان شاید اس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چلوا دے (اور وہ اس مسلمان بھائی کو جا لگے' جس سے اس کی موت واقع ہو جائے) پس وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے"۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن' باب من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ صحیح مسلم' کتاب البر' باب النھی عن الإشارۃ بالسلاح)

(۱) اگر خطاب مشرکین سے ہو تو رحم کے معنی قبول اسلام کی توفیق کے ہوں گے اور عذاب سے مراد شرک پر ہی موت ہے' جس پر وہ عذاب کے مستحق ہوں گے اور اگر خطاب مومنین سے ہو تو رحم کے معنی ہوں گے کہ وہ کفار سے تمہاری حفاظت فرمائے گا اور عذاب کا مطلب ہے کفار کا مسلمانوں پر غلبہ و تسلط۔

(۲) کہ آپ انہیں ضرور کفر کی دلدل سے نکالیں یا ان کے کفر پر جمے رہنے پر آپ سے باز پرس ہو۔

(۳) یہ مضمون ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ﴾ میں بھی گزر چکا ہے۔ یہاں دوبارہ کفار مکہ کے جواب میں یہ مضمون دہرایا گیا ہے' جو کہتے تھے کہ کیا اللہ کو رسالت کے لیے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ملا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی کو رسالت کے لیے منتخب کرنا اور کسی ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دینا' یہ اللہ کے ہی اختیار میں ہے۔

(۴) مذکورہ آیت میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد فرشتوں اور بزرگوں کی وہ تصویریں اور مجسّمے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے' یا

كَانَ مَحۡذُوۡرًا ﴿۵۷﴾

وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ كَانَ ذٰ لِكَ فِى الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ﴿۵۸﴾

وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا ؕ وَمَا نُرۡسِلُ

تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے-(۵۷)
جتنی بھی بستیاں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں- یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے-[1] (۵۸)
ہمیں نشانات (معجزات) کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انہیں جھٹلا چکے ہیں-[2] ہم نے ثمودیوں کو بطور بصیرت کے اونٹنی دی لیکن

حضرت عزیر و مسیح علیہما السلام ہیں جنہیں یہودی اور عیسائی ابن اللہ کہتے اور انہیں الوہی صفات کا حامل مانتے تھے' یا وہ جنات ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے اور مشرکین ان کی عبادت کرتے تھے- اس لیے کہ اس آیت میں بتلایا جا رہا ہے کہ یہ تو خود اپنے رب کا قرب تلاش کرنے کی جستجو میں رہتے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور یہ صفت جمادات (پتھروں) میں نہیں ہو سکتی- اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ مِنْ دُوْنِ اللهِ (اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی رہی ہے) وہ صرف پتھر کی مورتیاں ہی نہیں تھیں' بلکہ اللہ کے وہ بندے بھی تھے جن میں سے کچھ فرشتے' کچھ صالحین' کچھ انبیا اور کچھ جنات تھے- اللہ تعالیٰ نے سب کی بابت فرمایا کہ وہ کچھ نہیں کرسکتے' نہ کسی سے تکلیف دور کر سکتے ہیں نہ کسی کی حالت بدل سکتے ہیں- "اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں" کا مطلب اعمال صالحہ کے ذریعے سے اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں- یہی الوسیلۃ ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے- وہ نہیں ہے جسے قبر پرست بیان کرتے ہیں کہ فوت شدہ اشخاص کے نام کی نذر نیاز دو' ان کی قبروں پر غلاف چڑھاؤ اور میلے ٹھیلے جماؤ اور ان سے استمداد و استغاثہ کرو- کیونکہ یہ وسیلہ نہیں' یہ تو ان کی عبادت ہے جو شرک ہے- اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے-

(۱) کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے- مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طے شدہ ہے' جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے کہ ہم کافروں کی ہر بستی کو یا تو موت کے ذریعے سے ہلاک کر دیں گے اور بستی سے مراد' بستی کے باشندگان ہیں اور ہلاکت کی وجہ ان کا کفر و شرک اور ظلم و طغیان ہے- علاوہ ازیں یہ ہلاکت قیامت سے قبل وقوع پذیر ہوگی' ورنہ قیامت کے دن تو بلا تفریق ہر بستی ہی شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گی-

(۲) یہ آیت اس وقت اتری جب کفار مکہ نے مطالبہ کیا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے یا مکے کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جائیں تاکہ وہاں کاشت کاری ممکن ہو سکے' جس پر اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعے سے پیغام بھیجا کہ ان کے مطالبات ہم پورے کرنے کے لیے تیار ہیں' لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائے تو پھر ان کی ہلاکت یقینی ہے- پھر انہیں مہلت نہیں دی جائے گی- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بات کو پسند فرمایا کہ ان کا مطالبہ پورا نہ کیا جائے تاکہ یہ یقینی ہلاکت سے بچ جائیں- (مسند أحمد' ج ۱ ص ۲۵۸- وقال أحمد شاكر في تعليقه على المسند (۲۳۳۳) إسناده صحيح) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ ان کی خواہش کے مطابق نشانیاں اتار

بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

انہوں نے اس پر ظلم کیا[1] ہم تو لوگوں کو دھمکانے کے لیے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں۔ (۵۹)

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ۧ

اور یاد کرو جب کہ ہم نے آپ سے فرمادیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔[2] جو رویا (عینی رؤیت) ہم نے آپ کو دکھائی تھی وہ لوگوں کے لیے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے۔[3] ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔[4] (۶۰)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ۚ

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' اس نے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (۶۱)

دینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ لیکن ہم اس سے گریز اس لیے کر رہے ہیں کہ پہلی قوموں نے بھی اپنی خواہش کے مطابق نشانیاں مانگیں جو انہیں دکھا دی گئیں' لیکن اس کے باوجود انہوں نے تکذیب کی اور ایمان نہ لائیں' جس کے نتیجے میں وہ ہلاک کر دی گئیں۔

(۱) قوم ثمود کا بطور مثال تذکرہ کیا کیونکہ ان کی خواہش پر پتھر کی چٹان سے اونٹنی ظاہر کر کے دکھائی گئی تھی' لیکن ان ظالموں نے' ایمان لانے کے بجائے' اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا' جس پر تین دن کے بعد ان پر عذاب آگیا۔

(۲) یعنی لوگ اللہ کے غلبہ و تصرف میں ہیں اور جو اللہ چاہے گا وہی ہو گا نہ کہ وہ جو وہ چاہیں گے' یا مراد اہل مکہ ہیں کہ وہ اللہ کے زیر اقتدار ہیں' آپ بے خوفی سے تبلیغ رسالت کیجئے' وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے' ہم ان سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ یا جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقع پر جس طرح اللہ نے کفار مکہ کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا' اس کو واضح کیا جا رہا ہے۔

(۳) صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے اس رؤیا کی تفسیر عینی رویت سے کی ہے اور مراد اس سے معراج کا واقعہ ہے' جو بہت سے کمزور لوگوں کے لیے فتنے کا باعث بن گیا اور وہ مرتد ہو گئے۔ اور درخت سے مراد زَقُّومٌ (تھوہر) کا درخت ہے' جس کا مشاہدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج' جہنم میں کیا۔ اَلْمَلْعُوْنَةَ سے مراد' کھانے والوں پر یعنی جہنمیوں پر لعنت۔ جیسے دوسرے مقام پر ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴾ (الدخان ۴۳'۴۴) "زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہے۔"

(۴) یعنی کافروں کے دلوں میں جو خبث و عناد ہے' اس کی وجہ سے' نشانیاں دیکھ کر ایمان لانے کے بجائے' ان کی سرکشی و طغیانی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲

اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے' لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے' اپنے بس(۱) میں کر لوں گا۔(۶۲)

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ۝۶۳

ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔(۶۳)

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۶۴

ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا(۲) لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا(۳) اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا(۴) اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔(۵) ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔(۶) (۶۴)

---

(۱) یعنی اس پر غلبہ حاصل کر لوں گا اور اسے جس طرح چاہوں گا' گمراہ کر لوں گا۔ البتہ تھوڑے سے لوگ میرے داؤ سے بچ جائیں گے۔ آدم علیہ السلام و ابلیس کا یہ قصہ اس سے قبل سورۂ بقرۃ' أعراف اور حجر میں گزر چکا ہے۔ یہاں چوتھی مرتبہ اسے بیان کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں سورۂ کہف' طٰہٰ اور سورۂ ص میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔

(۲) آواز سے مراد پر فریب دعوت یا گانے' موسیقی اور لہو و لعب کے دیگر آلات ہیں' جن کے ذریعے سے شیطان بکثرت لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

(۳) ان لشکروں سے مراد' انسانوں اور جنوں کے وہ سوار اور پیادے لشکر ہیں جو شیطان کے چیلے اور اس کے پیرو کار ہیں اور شیطان ہی کی طرح انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں' یا مراد ہے ہر ممکن ذرائع جو شیطان گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

(۴) مال میں شیطان کی مشارکت کا مطلب حرام ذریعے سے مال کمانا اور حرام طریقے سے خرچ کرنا ہے اور اسی طرح مویشیوں کو بتوں کے ناموں پر وقف کر دینا مثلاً بحیرہ' سائبہ وغیرہ۔ اور اولاد میں شرکت کا مطلب' زناکاری' عبد اللات و عبد العزیٰ وغیرہ نام رکھنا' غیر اسلامی طریقے سے ان کی تربیت کرنا کہ وہ برے اخلاق و کردار کے حامل ہوں' ان کو تنگ دستی کے خوف سے ہلاک یا زندہ درگور کر دینا' اولاد کو مجوسی' یہودی و نصرانی وغیرہ بنانا اور بغیر مسنون دعا پڑھے بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ ہے۔ ان تمام صورتوں میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے۔

(۵) کہ کوئی جنت دوزخ نہیں ہے' یا مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے وغیرہ۔

(۶) غُرُوْرٌ (فریب) کا مطلب ہوتا ہے غلط کام کو اس طرح مزین کر کے دکھانا کہ وہ اچھا اور درست لگے۔